تعارف کتب

نام : حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معاشی زندگی
نام مصنف : شہناز کوثر صاحبہ
ناشر : اختر کتاب گھر، نیو شالا مار کالونی، ملتان روڈ، لاہور
صفحات : ۱۷۶
قیمت : ایک سو روپے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ، آپ کی تعلیمات اور آپ کے اعمال سبھی اسوہ حسنہ ہیں اور پوری نسل انسانی کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ آپ کی مبارک زندگی احکام خداوندی کی عملی تفسیر بھی ہے اور اس حقیقت کی عکاس بھی ہے کہ اللہ تعالی کے احکام قابل عمل ہیں ۔ نیز آپ کی سیرت مبارکہ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ بھی کرتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل علم نے خصوصاً اور غیر مسلم مصنفین نے عموماً حیات رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔

سیرت نگاری کے تین مقبول مناہج ہیں ۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کو زمانی ترتیب سے بیان کیا جائے۔ اس طریقہ کی رو سے مصنفین آپ کی ولادت سے شروع کرتے ہیں اور عموماً وفات پر سیرت نگاری کا اختتام کرتے ہیں ۔ یہ سیرت نگاری کا سوانحی انداز ہے اور اردو مصنفین کی کتابیں عموماً اسی قسم میں شامل ہوتی ہیں ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سیرت طیبہ کو اس طرح حیطہ تحریر میں لایا جائے کہ اس کی ضرورت، اہمیت، وسعت اور عالمگیریت واضح ہو، اس قسم کی نمائندگی سید سلیمان ندوی کی خطبات مدراس یا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمتہ للعالمین کرتی ہے، یہ سیرت نگاری کا صفاتی انداز ہے ۔ جبکہ سیرت نگاری کی تیسری قسم وہ ہے جس میں حیات طیبہ کے کسی خاص پہلو کو زیر بحث لایا جاتا

ہے۔ جیسے رسول اللہ کے غزوات' رسالت ماب بحیثیت قانون دان یا عہد رسالت کا عدالتی نظام' طب نبوی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات اور رسول اکرم کی سیاسی زندگی وغیرہ ۔ اردو میں اس نوع کی بھی کافی کتابیں ہیں۔ اس قسم کو سیرت نگاری کا موضوعی انداز کہا جا سکتا ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس روئے زمین پر انسانوں کے درمیان زندگی بسر کی۔ آپ معاشی امور سے عملی طور پر وابستہ رہے۔ آپ نے نہ صرف تجارت کے نشیب و فراز دیکھے بلکہ آپ نے محنت اور مشقت کی کلفت بھی اٹھائی اور اجرت پر دوسروں سے بھی کام لیا۔ اس لئے معاشیات کے میدان میں آپ کی حیات مبارکہ انسان کے لئے رہنمائی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معاشی زندگی" رحمتہ للعالمین کی زندگی کے اسی پہلو سے متعارف کراتی ہے۔

سیرت نگار عام طور پر یہ امر ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت مالی طور پر کمزور گھرانے میں ہوئی۔ والد گرامی کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا ۔ دادا بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اس لئے چچا نے اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش کی۔ حضور کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شکل میں مالی سہارا ملا جسے آپ نے اپنی ذات سے کہیں زیادہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال فرمایا جن کے لئے آپ کی بعثت ہوتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حالت کا یہ تصور قریباً سبھی سیرت نگاروں نے پیش کیا ہے۔ یہ رائے ظاہر کرنے والوں میں قدیم سیرت نگار بھی شامل ہیں اور جدید بھی۔ عربی' فارسی' اردو اور دیگر زبانوں میں لکھنے والے سیرت نگار یہ رائے رکھنے پر متفق اور ہم خیال معلوم ہوتے ہیں ۔ اس طرح سیرت نگاری یکسانیت اور فکری جمود کا شکار ہو گئی۔

زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مصنفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی کا دوسرا رخ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی رائے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم معاشی طور پر کمزور نہ تھے۔ بلکہ فاضل مصنفہ کی رائے ہے۔ کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے متمول اور نامور قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے۔ یہ قبیلہ تجارت کے پیشہ میں ممتاز مقام رکھتا تھا۔ اس خاندان کے افراد اندرون ملک اور بیرون ملک تجارتی لین دین کرتے

تھے۔ حضور کے والد گرامی حضرت عبداللہ بھی معروف تاجر تھے اور تجارتی سفر سے واپس آ رہے تھے کہ یثرب (مدینہ منورہ) میں ان کا انتقال ہوا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوہ والسلام کسی مفلوک الحال یا غریب باپ کے فرزند نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے مختلف کتب سیرت کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد تاجدار کو ترکہ میں یہ چیزیں حاصل ہوئی تھیں: پانچ اونٹ' بکریوں کا ایک ریوڑ' برکہ (حضرت ام ایمن) لونڈی' شقران صالح' ایک مکان' چاندی' تلوار' خیاطی کی دکان' سامان تجارت میں نقد و جنس' چمڑا اور کھجور۔ اس لئے آپ بچپن ہی سے معاشی طور پر کسی کے محتاج نہیں تھے۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوٹی عمر میں اپنے تایا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تجارتی سفر کئے' ان کی تربیت سے استفادہ کیا اور ان کے شریک تجارت رہے (زیر تبصرہ کتاب صفحات ۱۷۔۱۹)۔

فاضل مصنفہ نے اپنے مذکورہ بالا نظریے کو ثابت کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تجارتی سفروں سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنھا نے اپنا سرمایہ تجارت میں لگائے رکھا۔ جب حضور کی عمر کام کاج کی ہوئی تو آپ نے حضرت زبیر اور حضرت ابو طالب کے ساتھ کئی تجارتی سفر اختیار کئے' چنانچہ کتب سیرت میں محفوظ ہے کہ آپ نے شام' یمن' جرش' بحرین' حبشہ' جعاشہ' نجد' نیران' فلسطین' عمان' دبا' مصر حلب' (انطاکیہ' پا میریا اور .علبک جیسے کاروباری مراکز کے تجارتی سفر کئے۔ مزید برآں آپ نے بیرون ملک ہی تجارتی سفر نہیں کئے بلکہ اندرون ملک بھی آپ نے تجارتی منڈیوں میلوں اور بازاروں میں شرکت کی' جن میں عکاظ اور ذوالمجاز کے تجارتی میلے بھی شامل ہیں۔(زیر تبصرہ کتاب ص ۴۰)

اپنے دعوے کی تائید میں ایک اور دلیل پیش کرتے ہوئے فاضل مصنفہ بلاذری کی فتوح البلدان کے حوالے سے رقم طراز ہیں:۔

"خود حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک جدید بازار قائم کیا' جس میں کوئی تجارتی محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ (ص ۴۴)

زیر تبصرہ کتاب میں مکے کے اس عظیم تاجر کے کاروبار کی ایک اور شکل بھی بیان ہوئی ہے۔ جو آج بھی قابل عمل ہے۔ چنانچہ فاضل مصنفہ لکھتی ہیں:۔

"عرب کے عام تجارتی طریقے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تجارت افراد کی حیثیت یہ ہوتی تھی کہ ان میں سے جو شخص کوئی تجارتی سفر کرتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان تجارت بھی لے جاتا تھا اور وہاں سے آپ کی ہدایات کے مطابق سامان خرید کر لے آتا تھا۔ اسی طرح جب سرکار علیہ الصلوۃ والسلام تجارت کے لئے کہیں تشریف لے جاتے تو دوسروں کا سامان تجارت ساتھ لے جاتے اور وہاں سے ان کے لئے مناسب سامان خرید فرماتے (ص ۵۷) اس تجارتی اشتراک کو وسعت دے کر جدید معاشی نظام کو غالباً نیا شراکتی نظام فراہم کیا جا سکتا ہے۔

محترمہ شہناز کوثر نے اپنا دعوی ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کے دلائل جمع کرنے کی سعی کی ہے ۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے وہ بیان کرتی ہیں کہ سیرت نگاروں کا یہ نظریہ رہا ہے:۔

"وہ عرب کی مشہور اور بہت بڑی تاجر تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت غریب تھے ۔ حضرت ابو طالب نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ اپنی خدمات خدیجہ کی خدمت میں پیش کریں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت نے کسی کے پاس طالب اور سائل بن کر جانا گوارا نہ کیا"۔ (ص ۶۹) فاضل مصنفہ اس عبارت کے ذریعہ سیرت نگاروں کا یہ نظریہ واضح کرتی ہیں کہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسکین، غریب اور مالی وسائل سے عاری گردانتے رہے ہیں۔ جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک متمول خاتون ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مالی سہارا بنیں اور خدانخواستہ اسی مالی سہارے نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلان نبوت کی قوت حوصلہ اور جرات عطا کی۔

فاضل مصنفہ کی رائے کی روشنی میں "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی" کے اس طلسم کو توڑنے اور اس نظریے کو خارج از حقیقت قرار دینے کے لئے زیر تبصرہ کتاب لکھی گئی ۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب میں اس امر کو عقلی اور نقلی دلائل سے واضح کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قریبی رشتہ داری تھی۔ اس لئے وہ آپ سے نہ صرف واقف تھیں بلکہ پہلی وحی کے نزول کے وقت بھی انہوں نے آپ کی یہ صفات بیان کی تھیں کہ "آپ فقیروں کی دست گیری اور بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں"۔ (ص

۱۰۸) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مال دار تھے اور اپنے مال کو انسانیت کی خدمت کے لئے استعمال کرتے تھے۔

مزید برآں فاضل مصنفہ نے اس آیت مبارکہ "ووجدک عائلا فاغنی (سورۃ الضحی آیت ۸) کہ ہم نے تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا" سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالی نے اس طرح غنی کیا کہ آپ خود بھی تجارت کرتے تھے' دوسرے تجار بھی آپ کے لئے تجارت کرتے تھے اور اس تجارتی منافع سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام انسانوں کی خدمت کرتے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق بھی ادا کرتے تھے۔ اس لئے حضور سرور کونین مفلوک الحال یا معاشی طور پر نادار نہیں تھے۔ بلکہ آپ متمول اور مالدار تھے۔ اور آپ نے یہ مال جائز اور حلال طریقوں سے کام کر کے حاصل کیا تھا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مالدار تاجر ثابت کرنے کے لئے فاضل مصنفہ نے ان احادیث نبویہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جن میں آپ نے تجارت کے اصول' اسلام میں حلال و حرام کے احکام اور مالی لین دین کے قاعدے اور ضابطے ارشاد فرمائے۔ اسی طرح فاضل مصنفہ نے حضور علیہ السلام کی ملکیت میں پائے جانے والے جانوروں مال غنیمت اور زمین وغیرہ کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

فاضل مصنفہ نے اپنی رائے کو تقویت پہنچانے کے لئے حیات مبارکہ کے ایک اور پہلو سے بھی استدلال کیا ہے کہ رحمت دوعالم جودوسخا کا پیکر تھے' وہ مہمان نواز تھے' کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت نوفل کو دو مکان عطا فرمائے' آپ نے حضرت عمر کو سو درخت عطا فرمائے' ایک اعرابی کو اونٹ دے دیا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح آپ ہدیہ دیا کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ کی تعلیم یہ تھی کہ ہدیہ جانبین سے ہو اور آپ کا عمل یہ تھا کہ آپ ہدیہ قبول کر کے اس سے بہتر ہدیہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر آپ نے حضرت جابر کو ایک اونٹ خرید کر دیا' ایک اوقیہ سونا بھی اور ان کے والد کا قرض بھی چکایا (ص ۱۳۲)

رسول رحمت کی عائلی تعلیمات اور ازواج مطہرات سے حسن سلوک کو دلیل بنا کر فاضل مصنفہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو وہی کچھ کھلایا اور

پہنایا کرتے تھے جو خود کھاتے اور پہنتے تھے۔ بلکہ آپ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں۔ آپ کی مالی آسودگی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے آزادانہ خرید و فروخت کی' اپنے غلام آزاد کئے اور آپ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کے ذریعے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ وہ صحابہ کرام درحقیقت آپ کے شریک تاجر ہوتے تھے۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے لیکن حساب بے باق کرتے وقت وہ آپ کی جانب سے ادا کردہ رقم منہا کر لیتے تھے"۔ (ص ۱۰۳)

محترمہ شہناز کوثر نے یہ سب دلائل پیش کر کے یہ حقیقت ثابت کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاندانی تاجر تھے۔ آپ کو حضرت عبداللہ سے ترکہ میں معقول مال ملا تھا۔ آپ اپنے عزیز و اقارب اور صحابہ کرام کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ آپ کی معاشی تعلیمات' بیع و شراء میں حلال و حرام کا فرق واضح کرنا اور آپ کی انسانی اور سماجی خدمات اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کہ صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غریب' مفلوک الحال یا معاشی بدحالی کا شکار نہیں تھے۔ بلکہ آپ کی معاشی زندگی نہایت آسودہ تھی۔

زیر تبصرہ کتاب میں حیات رسول کے معاشی پہلو کو انتہائی عقیدت کے ساتھ عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور در یتیم کی مالی حالت اور اقتصادی حیثیت کے بارے میں جدید نظریہ ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنے مندرجہ بالا نظریے کو ثابت کرنے کے لئے فاضل مصنفہ نے کتب سیرت و احادیث اور فقہ و تاریخ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے مواد کو نہایت عرق ریزی سے جمع کر کے عمدہ سلیقہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔

یقیناً یہ ایک خوش آئند کوشش ہے جو اسلامی معاشیات کا مطالعہ کرنے والوں اور سیرت طیبہ کے معاشی پہلوؤں پر کام کرنے والوں کے لئے غور و فکر کے نئے دروازے کھولے گی اور وہ حیات رسول کے معاشی پہلو کا مثبت انداز میں مطالعہ کریں گے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے کئی بنیادی سوال ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ اگر ان سوالات پر حقیقت پسندانہ انداز میں غور کیا جائے تو نہ صرف کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گا بلکہ اس میں پیش کردہ جدید نظریے کو علمی اور منطقی انداز میں ثابت کرنے کی مزید راہ ہموار ہو گی۔

۱۔ فاضل مصنفہ کے ماخذ و مصادر کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو عام طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن حقائق کی بناء پر حضور کی معاشی زندگی کا نیا نظریہ استوار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چند احادیث نبویہ کے علاوہ باقی سب امور کسی نہ کسی فرد کی ذاتی رائے ہے۔ جسے اصلی ماخذ یا کسی بنیادی ہیئت حاکمہ کی تائید حاصل نہیں ہے۔ اس طرح کتاب میں پیش کردہ مواد انفرادی آراء کا تانا بانا بن کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے قرون اولیٰ کے دینی ادب کا بغائر مطالعہ کر کے زیرِ بحث موضوع کو اصلی ماخذ کی روشنی میں ترتیب دیا جائے۔ ایسا کرتے وقت کتب احادیث، کتب سیرت، کتب تاریخ، کتب اسلامی معاشیات اور کتب فقہ سے استفادہ کیا جائے۔

۲۔ یہ سوال بھی ابھر کر سامنے آتا ہے کہ پچھلی چودہ پندرہ صدیوں سے مسلمان اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاشی طور پر کمزور قرار دیتے رہے ہیں، تو اس سے دین یا احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کونسا پہلو مجروح ہوا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حالت اچھی ہو یا بری اس سے پیغام ربانی کو انسانوں تک پہنچانے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے یہ بحث چھیڑنا کہ مسلمانوں کے آخری رسول امیر تھے یا غریب اپنی جگہ محل نظر ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں پیش کئے جانے والے جدید نظریے پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ مسلمانوں نے یہ مشکل اپنے لئے خود پیدا کی ہے کہ وہ ہر ایجاد کی تائید یا تردید میں قرآن حکیم، حدیث نبوی اور سیرت رسول سے کوئی حکم تلاش کریں۔ اس روش کے نتیجے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کہ وحی الٰہی کے داعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام قدیم و جدید علوم کا ماہر ثابت کریں، یہ روش اور جذبہ بسااوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور تعلیمات سے اغماض و انحراف کا سبب بن جاتا ہے۔

۴۔ معاشی امور کے حوالے سے چند بڑے بڑے نظام دنیا میں رائج ہیں۔ ان میں اشتراکیت اور سرمایہ داری کا نظام زیادہ معروف ہیں۔ جو لوگ اشتراکیت کا نظریہ رکھتے ہیں وہ حضور کی غربت، محنت و مشقت اٹھانے اور بکریاں چرانے کو نمونہ بنا کر اسے اپنے لئے مشعل راہ قرار دیتے رہے ہیں۔ جبکہ زیرِ تبصرہ کتاب میں آپ کو متمول، مالدار اور خوش حال تاجر ثابت کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو مالدار قرار دے کر کہیں ہم آپ کو

سرمایہ داروں کا نمائندہ یا حامی تو قرار نہیں دے رہے؟ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو آپ کی تعلیمات سے روگردانی کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔

۵۔ اصول تحقیق میں فرضیے یا مفروضے کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی مفروضہ قائم نہ ہو صغری کبری ملا کر نتیجہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب میں مفروضہ کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں پیش کردہ نظریہ نہ صرف جدید بلکہ ناپختہ بھی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس نظریے کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر اور خوب چھان پھٹک کر کے اجاگر کیا جائے۔

۶۔ آخری سوال یہ ہے کہ اگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "معاشرے کی امیر ترین ہستی تھے اور جتنی امانتیں لوگ آپ کے پاس رکھواتے تھے ان سب کی مجموعی مالیت سے زیادہ حیثیت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تھی"۔ (ص ۹۷) تو کیا آپ کی اس سنت کو وسیع کر کے نجی یا حکومتی سطح پر کوئی مرکزی نظام امانت قائم کیا جا سکتا ہے؟ یا آج کے بنکاری نظام کو اسی نظام امانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو بسا اوقات تجارتی شراکت کی سہولت بھی فراہم کرتا ہے جو دائمی سنت نبوی ہے تاکہ اس نظر کو فروغ دے کر موجودہ بنک کاری کے نظام کو امانتی نظام میں ڈھالا جائے۔

مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیر تبصرہ کتاب ادب سیرت میں عموماً اور اردو کے ادب سیرت میں خصوصاً ایک عمدہ اضافہ ہے۔ جس سے سیرت طیبہ کے معاشی پہلو کو جدید انداز میں پیش کر کے ایک نیا نظریہ تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ جس کی بدولت اس موضوع پر غور و فکر کے نئے زاویے سامنے آئیں گے۔ اور فاضل مصنفہ کو سبقت کا شرف حاصل رہے گا۔

ڈاکٹر محمد طفیل